بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ترجمان کے پچھلے دو پرچوں میں تقویٰ پر ہم نے جو بحث کی ہے نا تمام رہے گی اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں بھی یہ نہ دیکھ لیا جائے کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے؟ لیکن احادیث پر غور کرنے سے پہلے احادیث کے متعلق ایک اصولی حقیقت پیش نظر رکھ لینی چاہیے۔ وہ یہ کہ جس طرح اللہ کے رسولوں کے درمیان تفریق ناجائز ہے، ہم یہ نہیں کر سکتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کر دیں۔ جس طرح قرآن کی آیتوں کو آپس میں ٹکرانا حرام ہے، ہم یہ نہیں کر سکتے کہ بعض کو حجت واستدلال کے لیے اختیار کریں اور بعض کو چھوڑ دیں، اسی طرح یہ بات بھی بالکل ناجائز ہے کہ رسول کے اقوال وارشادات میں سے کچھ کو ہم اپنے عمل یا استدلال کے لیے اختیار کر لیں اور کچھ کو نظر انداز کر دیں۔ ان تمام صورتوں میں بعض کو چھوڑنا سب کو چھوڑنے کے ہم معنی ہے اور نہایت بیوقوف ہے وہ مسلمان جو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات میں اس طرح کی تقسیم کرتا ہے۔ لیکن اس طرح کی تفریق و تقسیم کا فتنہ آج عام ہے۔ کتنے مسلمان ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں اسی طرح کی تفریق کر کے اپنے زعم میں نہایت متقی بنے پھر رہے ہیں حالانکہ وہ اگر آپ کی تعلیمات پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالیں تو انھیں معلوم ہو کہ تقویٰ تو درکنار ان کا ایمان واسلام بھی معرض خطر میں ہے۔ اس بات کو مثال سے یوں سمجھ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے بعض دعائیں صحابہ کو سکھائیں یا بعض نوافل کی تلقین کی اور ان پر کوئی غیر معمولی اجر و ثواب بیان فرمایا تو بعض لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص بھی اس دعا یا نفل کا التزام کر لے اس کے لیے یہ اجر و ثواب اور یہ درجہ اور مقام ہے اگرچہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں اس کا رویہ رسول کی ہدایات کے موافق ہو یا نہ ہو۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ بعض نوافل اور بعض اوراد پر جو بڑی بڑی برکتوں کا احادیث میں ذکر آیا ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ساری زندگی کو حدود شریعت کے اندر رکھتے ہوئے ان اوراد و نوافل کا التزام کرتے ہیں۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ ایک طرف کوئی شخص کسی وظیفہ اور نفل کا پابند ہو اور دوسری طرف اس کی کمائی حرام کی ہو۔ ایک طرف تو وہ رات رات بھر نفلیں پڑھتا ہو اور تسبیحیں گردانتا ہو لیکن دوسری طرف وہ سارا دن کسی نظام باطل کی خدمت واطاعت میں بسر کرتا ہو، ایک طرف تو نمازوں میں اس کی پنڈلیاں سوج جاتی ہوں لیکن دوسری طرف اس کے پڑوسیوں اور اس کے اقرباء کو اس کے فتنوں سے کسی وقت امان حاصل نہ ہو۔ ایسے شخص کے لیے اپنے اوراد و وظائف سے تقویٰ کا درجہ حاصل کرنا تو الگ رہا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ایمان بھی معتبر نہیں ہے، کیونکہ نبی صلعم نے اگر ایک طرف یہ فرمایا ہے کہ فلاں دعا سے آدمی کے اتنے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا اس کے مدارج اتنے بلند ہوتے ہیں تو دوسری طرف یہ بھی فرمایا ہے کہ حرام خور کی کوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی، اگر ایک طرف یہ ارشاد فرمایا ہے کہ راتوں کو جاگ کر نفلیں پڑھنے کا

بڑا اجر و ثواب ہے تو دوسری طرف یہ بھی فرمایا ہے کہ یتیم کا حق ہڑپ کرنے والا اپنا ایمان بھی ضائع کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے رسول کے احکام و ہدایات میں سے کچھ باتیں منتخب کر لی ہیں اور ان پر عمل کر کے مطمئن ہیں کہ وہ متقی بن گئے ہیں۔ وہ سخت مغالطہ اور فتنہ میں مبتلا ہیں۔ اللہ کا رسول کوئی دوکاندار بنکر نہیں آتا کہ آپ کو اس کی دوکان کا جو مال پسند آئے وہ دام دے کر خرید لیجیے بلکہ وہ آپ کی ساری زندگی کے لیے واجب الاطاعت ہادی بنکر آتا ہے کہ نقد دل اور نقد جان دونوں اس کی نذر کیجیے اور زندگی کے ہر گوشہ میں اس کے نمونہ کی پیروی کیجیے۔

اور یہ بات بالکل عقل و فطرت کے مطابق ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو کسان ایک دانہ زمین میں ڈالتا ہے وہ دس پاتا ہے تو اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ یہی نتیجہ اس صورت میں بھی برآمد ہوگا جبکہ بیج سڑا ہوا ہو یا زرخیز اور تیار کی ہوئی زمین کے بجائے کسی بنجر زمین میں ہی ڈال دیا گیا ہو، یا تخم ریزی کے موسم کے بجائے بالکل بے وقت اور بالکل خلاف موسم ہی پھینک دیا گیا ہو یا بیج ڈالنے کے بعد ارضی و سماوی آفتوں سے اس کے بچانے کی کوشش بھی نہ کی گئی ہو بلکہ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو کسان کھیتی کی ساری شرطیں پوری کرتا ہے اس کے لیے قانون قدرت نے یہ برکت رکھی ہے کہ وہ ایک دانہ پر جو محنت صرف کرتا ہے اس کے صلہ میں دس پاتا ہے۔ باقی رہا وہ احمق دہقان جو صبح کو تخم ریزی کرتا ہے اور شام کو جا کر اس پر ہل چلا دیتا ہے تو کھیت جب نا تو الگ رہا وہ اپنی محنت اور اپنا سرمایہ بھی برباد کرتا ہے اور پڑوسیوں کے طعنے بھی سنتا ہے۔ یہی حال ان مسلمانوں کا ہے جو کسی نیکی کے کلمہ یا تقوی کے کام کو پرو تقوی کا اصل مقام سمجھے بیٹھے ہیں اور اس امر کی انھیں بالکل خبر نہیں ہے کہ اپنی بعض نیکیوں سے اپنے تقوی کی عمارت شب میں جتنی اونچی کرتے ہیں دن میں اپنے اعمال کے ہاتھوں اسے اس سے زیادہ ڈھا دیتے ہیں۔ یہ سادہ لوح یہ تو جانتے ہیں کہ فلاں کلمہ کو اتنی بار پڑھ لینے سے یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور فلاں وقت اتنی رکعتیں نفل کی ادا کر لینے سے یہ ثواب ملتا ہے لیکن یہ بالکل نہیں جانتے کہ جس رسول نے یہ باتیں بتائی ہیں اسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ فلاں فلاں باتیں کرنے سے آدمی کی یہ ساری سعی اکارت ہو جاتی ہے۔

احادیث کے متعلق یہ اصولی حقیقت پیش نظر رکھ کر اگر آپ حدیثوں پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تقوی کی جو حقیقت ہم نے قرآن مجید سے متعین کی ہے اسی کی تائید نبی صلعم کے ارشادات سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ تقوی اللہ تعالی کے حدود کی کامل نگہداشت کا نام ہے۔ یہ زندگی کی عام شاہراہ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ زندگی کو خدا کے قائم کیے ہوئے حدود کے اندر بسر کرنے ہی کا نام تقوی ہے۔ یہ کسی درجہ میں بھی زندگی کے مطالبات و مقتضیات کی نہ تو نفی کرتا ہے نہ ان میں مزاحم ہوتا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ زندگی کے کسی مطالبہ کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی فطری یا اخلاقی حدود سے متجاوز ہو کر فرد یا معاشرے کو کسی مادی یا اخلاقی ہلاکت میں ڈال دے۔ یہ نظری قابلیتوں کی راہ میں کوئی عائق، نفس کی خواہشوں کی راہ میں کوئی روک، دل و دماغ اور سمع و بصر کی جولانیوں اور بلند پروازیوں کے لیے کوئی مانع نہیں ہے۔ اس کا کام صرف یہ ہے کہ ان کی کارفرمائی کے لیے ایک صراط مستقیم سامنے کر دے اور اس کے ہر طرف نشانات راہ قائم کر دے تاکہ کسی منزل میں انسان بے راہ روی میں پڑ کر اپنے نفس پر یا دوسروں پر ظلم نہ کر سکے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے احادیث میں جس قوت و شدت کے ساتھ لوگوں کو تقوی کی تلقین فرمائی ہے اسی قوت کے ساتھ تقوی کے ان غلط رجحانات کو روکا ہے جو کسی نوعیت سے فطرت

انسانی کی ترقیوں کی راہ میں مزاحم ہو سکتے تھے۔ حضورؐ نے اس بات کو بھی کبھی پسند نہیں فرمایا کہ حدود الٰہی کی حفاظت و نگہداشت کے سوا اس کی کوئی خاص صورت و ہیئت قرار پائے اور لوگ باسم تقویٰ اس کو بت بنا کر پوجنے لگیں۔ نیز اس بات کی بھی نہایت واضح الفاظ میں تصریح فرمائی کہ تقویٰ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو زہد و انقطاع سے کوئی خاص لگاؤ ہو بلکہ اللہ کے دین پر چلنے اور چلانے کی ہر جدوجہد، خدا کی شریعت کو سمجھنے اور سمجھانے کی ہر کوشش تقویٰ ہی کی راہ میں جہاد ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تقویٰ کے سب سے بڑے عالم بھی تھے اور سب سے بڑے عامل بھی، عملاً زہاد و عباد کے حلقوں پر ان لوگوں کی مجلس کو ترجیح دی جو اوراد و نوافل کے بجائے خدا کے حدود و محارم کو سمجھنے اور سمجھانے میں اپنا وقت صرف کر رہے تھے۔ یہ اجمال ہے۔ اب اس کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے۔

سب سے پہلے یہ دیکھیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ کی حد کیا بیان فرمائی ہے۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے:۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین وبینہما مشتبہات لا یعلمہن کثیر من الناس فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ (متفق علیہ)

کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لے گیا اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہوا جس طرح وہ چرواہا جو چراگاہ کے پاس اپنا گلہ چراتا ہے اغلب ہے کہ اس کا گلہ چراگاہ میں بڑھ جائے۔ آگاہ ہر بادشاہ کے پاس محفوظ علاقہ ہوتا ہے اور اللہ کا محفوظ علاقہ اس کے محارم ہیں۔

اس حدیث میں حضورؐ نے یہ حقیقت سمجھائی ہے کہ جو چیزیں حلال ہیں وہ واضح طور پر معلوم ہیں اور جو چیزیں حرام ہیں ان کی بھی اللہ کی کتاب اور سنت میں تصریح کر دی گئی ہے پس ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حلال اور اس کی حرام کی ہوئی چیز کو حرام قرار دے۔ یہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ لیکن حلال ظاہر اور حرام ظاہر کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی نسبت قطعیت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حرام ہیں یا حلال۔ ایسی صورتوں میں جو شخص احتیاط کے پہلو کو اختیار کرے اور مشتبہ میں نہ پڑے وہ متقی مسلمان ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ اونٹ کو نگلنے کے بعد مچھر کو چھان کر تقویٰ کی نمائش کرتے ہیں ان کا تقویٰ محض فریب ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے احکام و حدود کا پورا پابند ہو اور جب اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے جس میں جانب حق اس پر پوری طرح واضح نہ ہو تو وہ اشتباہ کے پہلو کو چھوڑ کر طمانیت کے پہلو کو اختیار کرے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ متقی ہے اور اس کا دین اور اس کی آبرو ہر تہمت اور اشتباہ سے محفوظ ہے۔ یہی حقیقت کہ حضورؐ نے مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ اور چونکہ تقویٰ کی اصلی حد متعین کرنے میں ان احادیث سے خاص مدد مل سکتی ہے اس وجہ سے ہم ان میں سے بعض یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔

عن وابصۃ بن معبد ان رسول اللہ صلعم قال یا وابصۃ جئت تسأل عن البر والاثم قلت نعم قال فجمع اصابعہ فضرب بہا صدرہ وقال استفت

وابصہ بن معبد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے وابصہ تم بر و اثم کی حقیقت پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے اپنا پنجہ برابر کیا اور اس کو میرے سینے پر مارا اور

نفسك (استفت قلبك ثلاثا) البر ما اطمأنت إليه النفس واطمأن إليه القلب والإثم ما حاك في النفس وتردد في الصدر وإن أفتاك الناس (رواہ احمد والدارمی)

فرمایا اپنے نفس سے پوچھو، اپنے دل سے سوال کرو (تین مرتبہ فرمایا) بِر وہ ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو جائے اور اثم وہ ہے جو دل میں کھٹکے اگرچہ لوگوں نے اس کا فتویٰ دے دیا ہو۔

وابصہ بن معبد کا یہ سوال بھی اس حالت سے متعلق ہے جبکہ آدمی کے سامنے حق کا پہلو واضح نہ ہو۔ ایسی صورت میں تقویٰ یہ ہے کہ آدمی اس پہلو کو اختیار کرے جس میں دل طمانیت محسوس کرے اور جس بات میں خلش محسوس کرے اس سے احتیاط کرے۔

ایک دوسری روایت میں اسی مضمون کی مزید شرح ہے کہ متقی کے لیے بسا اوقات اندیشۂ معصیت سے بچنے کے لیے اس چیز سے احتیاط کرنی پڑتی ہے جس میں بظاہر کوئی ہرج نہیں ہوتا۔

لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع ما لا بأس به حذرا لما به بأس (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

کوئی بندہ متقیوں میں سے نہیں ہو سکتا جب تک اس چیز کی وجہ سے جس میں اس کو اندیشہ ہے بعض ان چیزوں سے احتراز نہ کرے جن میں بظاہر اندیشہ نہیں ہے۔

عن الحسن بن علي قال حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم دع ما يريبك إلى ما لا يريبك فإن الصدق طمأنينة وإن الكذب ريبة (رواہ احمد والترمذی)

حسن بن علیؓ سے روایت ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات محفوظ رکھی ہے کہ اس پہلو کو چھوڑ دو جو خلجان میں ڈالتا ہے اور اس کو اختیار کرو جو خلجان میں نہیں ڈالتا۔ صحیح چیز طمانیت بخشتی ہے اور غلط چیز خلجان میں ڈالتی ہے۔

ان ساری حدیثوں میں ایک ہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ ان پر غور کیجیے تو یہ بات معلوم ہوگی کہ تقویٰ یہ ہے کہ ہر شخص زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکام و حدود کی پوری پابندی کرے اور جہاں کہیں اس کے سامنے کوئی ایسا موڑ آئے جس پر شریعت الٰہی کا کوئی واضح نشان اس کی رہنمائی کے لیے نہ ہو تو اپنے دل سے استفتا کرے اور اس پہلو کو اختیار کرے جس میں اس کا دل طمانیت محسوس کرے۔ اس پہلو کو نہ اختیار کرے جو اس کے دل میں کھٹکے۔ جو شخص اس احتیاط کے ساتھ اپنی زندگی میں حدود الٰہی کی نگرانی کر رہا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق متقی ہے۔

لیکن گناہ سے بچنے کے لیے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط کے پہلو پر اس حد تک زور دیا وہیں تقویٰ کا صحیح توازن قائم رکھنے کے لیے اس امر کی بھی تصریح فرما دی کہ یہ احتیاط کہیں وسوسہ کی شکل نہ اختیار کر لے اور اس کے ڈانڈے نصاریٰ کی رہبانیت سے نہ مل جائیں۔ چنانچہ قبیصہ بن ہلب سے روایت ہے۔

عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن طعام النصارى وفي رواية سأله رجل فقال إن من الطعام طعاما أتحرج منه فقال لا يتخلجن في صدرك شيء ضارعت فيه النصرانية۔ (رواہ الترمذی وابو داؤد)

قبیصہ بن ہلب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نصاریٰ کے کھانوں کے متعلق دریافت کیا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ سے کسی اور شخص نے پوچھا کہ کھانوں میں سے بعض ایسے ہیں جن سے میرے دل میں کھٹک پیدا ہوتی ہے آپ نے فرمایا تمہارے دل میں کوئی ایسی کھٹک نہ پیدا ہو جو نصاریٰ کی رہبانیت سے مشابہ ہو۔

اس حدیث کو اوپر کی احادیث سے ملا کر دیکھیے تو وہ صحیح اور متوازن تقویٰ بالکل ممیز ہو کر سامنے آجاتا ہے جس میں نہ تو اشتباہ

کی صورت میں میلان الی المعصیۃ کا شائبہ ہے اور نہ احتیاط کی بے اعتدالی اور متقشفانہ وہمی پن کی کوئی آمیزش ہے بلکہ تقویٰ کی جو اصل حقیقت ہے بالکل تول کر سامنے رکھ دی گئی ہے۔ یہی تقویٰ اللہ اور اس کے رسول کو مطلوب ہے ورنہ احتیاط میں جب وسوسہ کو دخل ہو جاتا ہے تو اسی سے وہ راہبانہ تقویٰ وجود میں آتا ہے جو اللہ و رسول کو اسی طرح ناپسند ہے جس طرح حدود الٰہی کے احترام میں رخصت پسندی اور سہل انکاری۔

اب ان احادیث پر غور فرمائیے جن سے اس بات کی نہایت واضح تردید ہوتی ہے کہ تقویٰ کسی نوعیت سے بھی زندگی کے مطالبات و مقتضیات کی نفی کرتا ہے۔

عن عثمان بن مظعون قال یا رسول اللہ ائذن لنا فی الاختصاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من خصی ولا اختصی ان خصاء امتی الصیام فقال ائذن لنا فی السیاحۃ فقال ان سیاحۃ امتی الجہاد فی سبیل اللہ فقال ائذن لنا فی الترھب فقال ان ترھب امتی الجلوس فی المساجد انتظار الصلوٰۃ

(رواہ فی شرح السنۃ)

عثمان ابن مظعون سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم کو خصی ہو جانے کی اجازت دیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خصی کیا اور جو خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ میری امت کا خصی ہونا روزہ رکھنا ہے۔ کہا تو اچھا بن باس ہونے کی اجازت دیجیے فرمایا میری امت کا بن باس ہونا یہ ہے کہ وہ راہ خدا میں جہاد کرے کہا اچھا تو ترک دنیا کی اجازت دیجیے فرمایا میری امت کے لیے نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا ترک دنیا ہے۔

بعض لوگ جنھوں نے تقویٰ کے غلط تصور میں مبتلا ہو کر، زندگی کے مطالبات و ضروریات میں عدم توازن پیدا کر دیا تھا اور زہد و عبادت کی طرف جھک پڑے تھے حضورؐ نے ان کو نہایت سختی کے ساتھ ٹوکا اور ان کو متوازن زندگی بسر کرنے کی ہدایت فرمائی۔

عن عبد اللہ بن عمرو العاص قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ الم اخبر انک تصوم النہار و تقوم اللیل فقلت بلی یا رسول اللہ قال فلا تفعل صم افطر وقم ونم فان لجسدک علیک حقا وان لعینک علیک حقا وان لزوجک علیک حقا وان لزورک علیک حقا

عبد اللہ بن عمرو العاص سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ تم دن کو روزے رکھتے ہو اور رات بھر نمازیں پڑھا کرتے ہو، میں نے عرض کیا کہ صحیح ہے یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو، کبھی روزہ رکھو کبھی افطار کرو، نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تمھارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری جورو کا بھی تم پر حق ہے اور تمھارے ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے۔

بعض لوگ مباحات[له] اور رخصتوں سے مستفید ہونا شان تقویٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور ہر منزل میں اپنا ڈیرہ سنگلاخ زمین

[له] اوپر ایک روایت ہم نے نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کے لیے اندیشۂ معصیت سے بعض بعض ایسی چیزیں بھی چھوڑنی پڑتی ہیں جن میں بظاہر کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب امر حق مشتبہ ہو۔ ایسی صورت میں بلاشبہ تقویٰ یہی ہے کہ آدمی احتیاط کا پہلو اختیار کرے اور مباح مشتبہ سے فائدہ نہ اٹھائے لیکن جس مباح یا جس رخصت پر قلب مطمئن ہے محض اس خیال سے اس کو چھوڑنا کہ اعلیٰ دینداری کا تقاضا اختیار کرنے ہی میں ہے یہ تقویٰ نہیں ہے بلکہ تقویٰ سے دھینگا مشتی ہے۔ (امین احسن)

میں ہی ڈالنا کمال دینداری سمجھتے تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط فہمی کا بھی ازالہ فرمایا:-

عن عائشة قالت صنع رسول الله صلعم شيئاً فرخص فيه فتنزه عنه قوم فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فخطب فحمد الله ثم قال ما بال اقوام يتنزهون عن الشئ اصنعه فوالله انى لاعلمهم بالله واشدهم له خشية (متفق علیہ)............

....

حضرت عائشہ سے روایت ہے، فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا پھر اس میں رخصت دیدی تو بعض لوگ اس رخصت سے فائدہ اٹھانے میں احتراز کرنے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر فرمایا بعض لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بعض ایسی باتوں سے احتراز کرتے ہیں جن کو میں کرتا ہوں۔ خدا کی قسم میں ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔

ابوداؤد میں ایک روایت اس سے بھی زیادہ واضح ہے:-

عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول لا تشددوا على انفسكم فيشدد الله عليكم فان قوماً شددوا على انفسهم فشدد الله عليهم فتلك بقاياهم فى الصوامع والديار رهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اوپر سختی مت کرو کہ اللہ بھی تم پر سختی کرنے لگے۔ ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی۔ انہی کی یادگاریں کلیساؤں اور گرجوں میں دیکھ رہے ہو۔ یہ ان کی گڑھی ہوئی رہبانیت ہے جس کو اللہ نے ان کے اوپر فرض نہیں کیا

یہ حدیثیں اس بات کا صاف ثبوت ہیں کہ جس طرح رخصتوں کی تلاش اور مباحات سے فائدہ اٹھانے میں جانب حق کی رعایت سے بے پروائی تقویٰ کے خلاف ہے اسی طرح دین میں خواہ مخواہ سختی اور تشدد کے پہلو کا التزام بھی تقویٰ کے منافی ہے۔ تقویٰ کی راہ اس سہل انکاری اور دین میں تشدد پسندی کے بیچ سے ہو کے نکلی ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تقویٰ کا اصلی کام زہد و عبادت ہے۔ آدمی کسی گوشہ میں بیٹھکر اللہ اللہ کرے، نمازیں پڑھے، روزے رکھے اور اوراد و نوافل میں مشغول رہے بس یہ کام اصلی تقویٰ کے کام ہیں۔ اس کے علاوہ جو کام ہیں، اگرچہ وہ دین کے کام ہوں لیکن موجودہ زمانہ کے ارباب تقویٰ ان کو تقویٰ کے کام نہیں سمجھتے۔ تقویٰ کا جزو اعظم ان کے ہاں عبادت ہے۔ جو شخص اس چیز میں جتنا ہی اضافہ کرتا جائے وہ تقویٰ میں اسی قدر مدارج طے کرتا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت واضح الفاظ میں اس غلط رجحان کی بھی تردید فرمائی ہے۔

عن انس قال جاء ثلثة رهط الى ازواج النبى صلى الله عليه وسلم يسألون عن عبادته فلما اخبروا بها كانهم تقالوها فقالوا اين نحن من النبى صلى الله عليه وسلم وقد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فقال احدهم اما انا فاصلى الليل ابداً

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس تین جماعتیں آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئیں۔ جب ان کو آپ کی عبادت کا پورا پورا حال بتایا گیا تو کچھ ایسا ظاہر ہوا کہ ان کی نظر میں یہ بہت کم ہے۔ پھر وہ بولے کہ ہمارا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقابلہ! آپ کے تو تمام اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیے جا چکے ہیں۔ پھر ان لوگوں میں سے ایک شخص بولا

وقال الآخر انا اصوم النهار ولا افطر وقال الآخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا فجاء النبي صلى الله عليه وسلم اليهم فقال انتم الذين قلتم كذا وكذا اما والله اني لاخشاكم لله واتقاكم له ولكني اصوم و افطر واصلي وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني (متفق علیہ)

میں ہمیشہ رات بھر عبادت کیا کروں گا، ایک دوسرا بولا میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا، کبھی ناغہ نہ ہونے دوں گا، ایک تیسرے نے کہا، میں عورتوں سے بالکل قطع تعلق کروں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ آپ نے فرمایا تمہی لوگ یہ کہہ رہے تھے، خدا کی قسم میں تم سے کہیں زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس سے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن اس کے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں، ناغہ بھی کرتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں، آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقہ سے انحراف اختیار کیا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

ایک دوسری حدیث ملاحظہ ہو:۔

عن الحسن قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجلين كانا في بني اسرائيل احدهما كان عالما يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير والآخر يصوم النهار ويقوم الليل ايهما افضل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فضل هذا العالم الذي يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذي يصوم النهار ويقوم الليل كفضلي على ادناكم

حضرت حسن سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کی بابت دریافت کیا گیا، ایک عالم تھا جو نماز فرض پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا، اور دوسرا دن میں روزے رکھتا اور شب میں نمازیں پڑھا کرتا۔ ان میں سے کون افضل ہے۔ حضور نے فرمایا یہ عالم جو فرض پڑھ کر لوگوں کی تعلیم میں مشغول ہو جاتا ہے اس عابد پر جو دن میں روزے رکھتا اور شب میں عبادت کرتا ہے وہی فضیلت رکھتا ہے جو میں تم میں سے ایک ادنیٰ ترین فرد پر رکھتا ہوں۔

عن ابن عباس قال تدارس العلم ساعة من الليل خير من احيائها (رواہ الدارمی)

ابن عباس سے مروی ہے کہ شب میں ایک گھنٹہ علم کا مذاکرہ شب زندہ داری سے بہتر ہے۔

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بمجلسين في مسجده فقال كلاهما على خير و احدهما افضل من صاحبه اما هؤلاء فيدعون الله ويرغبون اليه فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم واما هؤلاء فيتعلمون الفقه او العلم ويعلمون الجاهل فهم افضل وانما بعثت معلما فجلس فيهم

عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد میں دو جماعتیں دیکھیں اور فرمایا دونوں اچھے کام کر رہی ہیں لیکن ایک دوسری سے افضل ہے۔ یہ لوگ اللہ کو یاد کر رہے ہیں اور اس کی طلب میں لگے ہیں۔ اگر اللہ چاہے گا انھیں بامراد کرے گا اور اگر چاہے گا محروم کر دے گا۔ رہے یہ دوسرے لوگ تو یہ علم دین کے سیکھنے میں لگے ہیں (یا علم دین حاصل کر رہے ہیں) اور جاہلوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔ یہ لوگ ان سے افضل ہیں اور میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور یہ کہہ کر انہی کے ساتھ بیٹھ گئے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہے کہ زندگی کو ایک توازن کے ساتھ اللہ کے حدود کے اندر بسر کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ ایک شخص اگر فرض ادا کر کے اپنا بقیہ سارا وقت دین کے سیکھنے سکھانے اور اس کی اقامت کی جدوجہد میں صرف کر رہا ہے تو وہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ متقی ہے جو رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں لیکن تعلیم دین یا اقامت دین

کی جد وجہد میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

ایک نہایت غلط رجحان تقویٰ کے متعلق یہ بھی لوگوں میں پیدا ہو گیا ہے کہ محرمات سے اجتناب کو لوگ تقویٰ کے لیے اتنا ضروری نہیں سمجھتے جتنا نوافل کی زیادتی کو سمجھتے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ تقویٰ میں اصل شے جس کا اہتمام مطلوب ہے محرمات اور مشتبہات سے اجتناب ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص کتنی ہی عبادتیں کرے لیکن تقویٰ کے مقام کو نہیں حاصل کر سکتا۔ اس زمانہ میں ہم عام طور پر دیکھ رہے ہیں کہ نظام باطل کی خدمت کرنے والے، دنیا پرست امرا کی خوشامدیں کرنے والے، حرام کے اندوختہ پر زندگیاں بسر کرنے والے، اپنی نسلوں کو خدمت طاغوت کے لیے تیار کرنے والے محض اس بنیاد پر تقویٰ کے مدعی بنے بیٹھے ہیں کہ انھوں نے اوراد و نوافل کا اہتمام کر رکھا ہے اور ہر وقت ہاتھوں میں تسبیحیں لٹکائے پھرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط فہمی کی بھی اصلاح فرمائی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یاخذ عنی ھٰذہ الکلمات فیعمل بھن او یعلم من یعمل بھن قلت انا یا رسول اللہ فاخذ بیدی فعد خمسا فقال اتق المحارم تکن اعبد الناس الحدیث

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کون مجھ سے یہ باتیں لے کر ان پر عمل کرے گا یا عمل کرنے والوں کو سکھائے گا؟ میں نے عرض کیا، میں یا رسول اللہ۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ چیزیں گنائیں ان میں سے پہلی بات یہ تھی کہ محارم سے پرہیز کر سب سے بڑا عابد بن جائے گا۔

عن جابر قال ذکر رجل عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعبادۃ واجتہاد وذکر اٰخر برعۃ فقال النبی صلعم لا تعدل بالرعۃ یعنی الورع (رواہ الترمذی)

جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی عبادت اور ذکر الٰہی میں سرگرمی کا ذکر کیا گیا اور ایک دوسرے شخص کے محرمات و مشتبہات سے اجتناب کا۔ آپ نے فرمایا کہ عبادت کو پرہیز گاری کے برابر نہ کرو۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رجل یا رسول اللہ ان فلانۃ تذکر من کثرۃ صلوٰتھا وصیامھا وصدقتھا غیر انھا توذی جیرانھا بلسانھا قال ھی فی النار قال یا رسول اللہ فان فلانۃ تذکر قلۃ صیامھا وصدقتھا وصلاتھا وانھا تصدق بالاثوار من الاقط ولا توذی بلسانھا جیرانھا قال ھی فی الجنۃ (رواہ احمد والبیہقی)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا فلاں بی بی کے نماز اور روزے اور صدقہ کی بڑی دھوم ہے لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بدزبانی کرتی ہیں۔ حضور نے فرمایا وہ جہنم میں پڑے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ فلاں عورت کے روزے، صدقہ اور نماز کی کمی کی شکایت ہے۔ کچھ پنیر کے ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے لیکن پڑوسیوں کے ساتھ بدزبانی نہیں کرتی۔ حضور نے فرمایا وہ جنت میں داخل ہوگی۔

بعض لوگ بعض مظاہر تقویٰ کو عین تقویٰ سمجھ بیٹھے ہیں اور اپنا سارا زور انہی چیزوں پر صرف کرتے ہیں، مثلاً ازار کا ٹخنوں سے اونچا ہونا، داڑھی کا لمبا ہونا، لبوں کا تراشا ہوا ہونا۔ پھر اس فہرست میں اپنے جی سے کچھ اس کے اور مناسبات جمع کر لیتے ہیں، مثلاً صورت کی خستہ حالی، لباس کی بدوضعی، لب و لہجہ کی مصنوعی مسکینی، ملنے جلنے میں اظہار تذلل، اٹھنے بیٹھنے میں

نمائش تقویٰ اور قیام و قعود میں بتکلف اظہار خشیت۔ ان کا تقویٰ بس انہی چیزوں سے عبارت ہوتا ہے اور انہی چیزوں کو تقویٰ کا پیمانہ بنا کر اسی سے دوسروں کو ناپتے ہیں اور جن کے اندر یہ باتیں اپنے معیار کے مطابق نہیں پاتے ان کو حقیر خیال کرنے لگتے ہیں حالانکہ بسا اوقات ان لوگوں کی زندگی جن کو یہ حقیر سمجھتے ہیں، حدود الٰہی کے احترام میں ان سے زیادہ متوازن ہوتی ہے لیکن چونکہ تقویٰ کی بعض اشکال میں یہ ان کے معیار پر نہیں ہوتے اس وجہ سے وہ لوگ ان کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک شخص اپنے گھر کے چراغ کو اس کی مرکزی جگہ سے اتار کر کسی ایک گوشہ میں رکھ دے اس کا نتیجہ یہ تو ضرور ہوگا کہ گھر کا وہ گوشہ زیادہ روشن ہو جائے گا لیکن دوسرا نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ بقیہ گھر بالکل تاریک ہو جائے گا۔ برعکس اس کے دوسرا شخص جو اپنے گھر کے چراغ کو اس کی مرکزی جگہ ہی پر رکھتا ہے اگرچہ اس کے گھر کا کوئی ایک گوشہ زیادہ منور نہیں ہوتا لیکن اس کے گھر کے تمام اطراف میں، روشنی ایک موزوں مقدار میں پھیلتی ہے۔ پس، جو لوگ بعض مظاہر تقویٰ کو عین تقویٰ سمجھ بیٹھتے ہیں وہ اپنے تقویٰ کے چراغ کو اپنے دل کے طاق سے، جو مرکز ہے، اتار کر اپنے جسم کے اطراف میں سے کسی گوشہ میں رکھ دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا وہ طرف تو روشن ہو جاتا ہے لیکن بقیہ سارے اطراف میں وہی تاریکی ہوتی ہے جو ایک بے چراغ گھر میں ہوتی ہے۔ جو لوگ اس طرح کی غلط فہمی میں مبتلا تھے ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ وہ تقویٰ کا مرکز اطراف و اعضا کو نہیں بلکہ دل کو بنائیں تاکہ تمام اطراف روشن ہوں اور ان لوگوں کو حقیر نہ خیال کریں جن کا کوئی ایک گوشہ ہر چند ان کی طرح روشن نہیں لیکن ان کے کسی گوشۂ زندگی میں ظلمت اور فساد نہیں ہے۔ اس روشنی میں حدیث ذیل پر غور فرمائیے۔

عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ، التقویٰ ھٰھنا ویشیر الی صدرہ ثلاث مرار بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ

(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے چھوڑے، نہ حقیر جانے، تقویٰ یہاں ہے (حضور نے دل کی طرف اشارہ فرمایا اور تین بار فرمایا) کسی شخص کی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانتا ہے۔ مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون بھی، اس کا مال بھی، اس کا ناموس بھی

یہ تقویٰ جس کا مرکز دل ہو، جو انسان کی زندگی کے تمام اطراف کو روشن کرے، جو ہر شعبۂ زندگی میں اس کو اللہ کے حدود کا پابند بنائے، جس میں کامل توافق ہو، کامل اعتدال ہو، پوری ہمہ گیری ہو، جو نہ ایک قدم اللہ کی حد سے آگے بڑھنے دے، نہ ایک قدم اس سے پیچھے ہٹنے پر راضی ہو، جو دل کو مجبور کرے کہ وہی سوچے جو سوچنا چاہیے، آنکھوں کو مجبور کرے کہ وہی دیکھیں جو دیکھنا چاہیے، کانوں کی نگرانی کرے کہ وہی سنیں جو سننا چاہیے، زبان کی حفاظت

کرے کہ وہی بولے جو حق ہے، اور ہاتھ پاؤں کی دیکھ بھال کرے کہ اسی کام کے لیے اور اسی راہ میں اٹھیں جو اللہ نے انسان کے لیے کھولی ہے۔ بطن و فرج پر پہرہ بٹھا دے کہ یہ کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام نہ کریں۔ جو خدا کی صحیح معرفت، آخرت کے سچے خوف، احکام الٰہی کے سچے جذبۂ احترام کے ساتھ ہو، جو انسان کے ظاہر میں بھی ہو، اور اس کے باطن میں بھی ہو، خلوت میں بھی ہو اور جلوت میں بھی ہو۔ یہ تقویٰ ہے جس کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ یہی تقویٰ ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو رونق و جمال بخشتا ہے۔ (اوصیک بتقوی اللہ فانہ ازین لامرک کلہ) یہی تقویٰ ہے جس کو قرآن میں لباس سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جس طرح لباس زندگی کو سردی و گرمی سے اور میدان جنگ میں خطرات سے بچاتا ہے اسی طرح یہ بھی انسان کو مادی و روحانی مہالک سے بچاتا ہے، جس طرح لباس انسان کی ستر پوشی کرتا ہے اسی طرح یہ بھی انسان کو معاصی سے بچا کر اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر جس طرح لباس انسان کو زینت و جمال بخشتا ہے اسی طرح تقویٰ بھی انسان کی ساری زندگی کو سنوار دیتا ہے۔ یہی وہ تقویٰ ہے جس کی تعلیم دینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذرؓ کو برابر چھ روز تک متنبہ کرتے رہے کہ غور سے سننا کچھ باتیں کہنی ہیں اور چھ روز کے بعد زبان حق ترجمان جو گویا ہوئی تو پہلی بات یہ ارشاد ہوئی کہ اوصیک بتقوی اللہ فی سر امرک وعلانیتہ۔